ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

ماریہ ترمذی
ٹیچنگ اینڈ ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

فرہنگِ ہوبسن جوبسن: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

Maria Termezi
Teaching Research Associate, Urdu department, international Islamic university, Islamabad

Glossary of Hobson Jobson: Critical and Analytical Study

*Hobson-Jobson*is a glossary of Anglo-Indian words and terms which is compiled in the late nineteenth century. It was written by Henry Yule and Arthur Cook Burnell and first published in 1886. Burnell died before the work was finished, and most of it was by Yule, who, however, fully acknowledged Burnell's contributions. . Although glossaries and dictionaries are the subject of linguistic but this glossary text has great relevancy to the socio political situation of nineteenth century.it is an etymological glossary of words from Indian languages which came into use during the British rule of India. It documents the words and phrases that entered and absorbed in European languages from Indian languages-it included illustrative quotations that were drawn from a wide range of travel texts, histories, memoirs, novels and others. It does not only records the vocabulary but the culture of the British India. It encompasses aspects of the history, trade, peoples, and geography. This glossary has never been superseded. This article gives its introduction, critically discus incentive and significance of the text.

Keywords:*Anglo-Indian, Nineteenth centuray India, Etymology, Indian languages.*

ہندوستان سے تجارتی فوائد کے حصول کے لیے بہت سی یورپی اقوام نے اس طرف رُخ کیا مگر صحیح معنوں میں برطانوی انگریزوں کے علاوہ پرتگالیوں، فرانسیسیوں اور ولندیزیوں نے یہاں باقاعدہ طور پر اپنی تجارتی کمپنیاں قائم کیں۔ ہندوستان کی اندرونی کمزوریوں اور معاشی اہمیت نے ان تاجر اقوام کے دل میں قبضے کی خواہش

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

پیدا کی۔ تکمیل کی غرض سے عملاً انھوں نے ہندستان کے علاقے میں قدم جمانے بھی شروع کیے مگر قبضے کی اس مشترک خواہش کے نتیجے میں یہ اقوام ایک دوسرے کے مدمقابل آکھڑی ہوئیں۔ برطانوی انگریز بھی ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے تاجروں کے بھیس میں داخل ہوئے مگر اپنی سیاسی تدبیروں اور کامیاب حکمت عملی کے باعث یہاں سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے۔ مغل بادشاہ نور الدین محمد جہانگیر (۱۵۶۹ء۔۱۶۲۷ء) سے تجارتی اجازت نامہ حاصل کرنے والے ٹامس روئے(Thomas Roe)[۱](۱۵۸۱ء۔۱۶۴۴ء) کے احسان کو برطانیہ کی تاریخ کبھی فراموش نہ کرپائے گی۔ [۲]

تاریخ شاہد ہے کہ تجارتی مراعات اور اجازت ناموں کے حصول سے شروع ہونے والا یورپی اقوام کا سفر عنان حکومت سنبھالنے تک جا پہنچا۔ برطانیہ نے ۱۷۵۷ء میں بنگال کے دیوانی حقوق حاصل کر کے دیگر اقوام کے سامنے خود کو ہندوستان کے مستقبل کے حکمران کی حیثیت سے متعارف کروالیا تھا۔ برصغیر میں اقتدار قائم کرنے کے لیے برطانیہ نے صرف فوجی طاقت پر انحصار کرنے کی بجائے ہندوستان کی تہذیب و ثقافت سے گہری واقفیت حاصل کر کے اپنے لیے بہترین حکمت عملی وضع کی۔ اِس علاقے کی تہذیب و تاریخ سے آگاہی کے لیے زبان سیکھنا اہم امور میں شامل تھا چنانچہ اپنے اقتدار کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے ان نوآبادکاروں نے آغاز ہی سے زبان سیکھنے میں اپنی قوت صرف کی۔ ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کا قیام اور پھر ۱۸۰۵ء میں ہیلی بری کالج کا قیام اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔[۳] یہ ادارے برطانیہ سے انتظامی امور سنبھالنے کے لیے آنے والے انگریزوں کے لیے درس گاہوں کی حیثیت رکھتے تھے جہاں انھیں اردو، فارسی، سنسکرت اور عربی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس اساسی تعلیم کا مقصد یہی تھا کہ مقامی آبادی سے میل ملاپ اور انتظامی کاموں کی بجا آوری میں زبان سے ناواقفیت رکاوٹ کا باعث نہ بنے۔ زبان سیکھنے اور سکھانے کی کوشش پادریوں کی جانب سے بھی کی گئی۔ ان کے مقاصد خالصتاً مذہبی نوعیت کے تھے جیسے کہ ہندوستانی قوم میں اپنے مذہب عیسائیت کی تبلیغ وغیرہ۔ نوآبادیاتی نظام کے پس منظر میں مجموعی طور پر انگریزوں کی جانب سے زبان کے حوالے سے اٹھائے جانے والے تمام اقدامات کے محرکات کا جائزہ لیتے ہوئے محققین نے سیاسی، مذہبی یا تجارتی مقاصد کے حصول کی نشاندہی کی ہے۔ انگریزوں کی حکمت عملیوں سے ان مقاصد کی تصدیق بھی ہوتی ہے جیسے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم کی حیثیت سے ہندوستان آنے والے انگریزوں کے لیے زبان کا امتحان پاس کرنا لازمی تھی۔

رؤف پاریکھ نے لغت نویسی کے عمومی محرکات کا جائزہ لیتے ہوئے ایک محرک یہ بتایا ہے کہ جب دو مختلف اقوام باہم مل کر تجارتی، سماجی یا سیاسی تعلقات استوار کرتی ہیں تو بدیسی الفاظ سیکھنے کی خواہش کے نتیجے میں لغات اور فرہنگیں جنم لیتی ہیں۔[۴] یقیناً اردو زبان کی لغت نویسی کے پیچھے بھی یہ محرک موجود رہا ہو گا۔ اقوام کا یہ رابطہ زبان سیکھنے کی خواہش کو جنم دیتا ہے اور زبان سیکھنے کے عمل میں کتب لغات و قواعد بنیادی اہمیت رکھتی ہیں مگر بد قسمتی سے انگریزوں نے جس صدی میں ہندوستان کی مقامی زبانوں کو سیکھنے کی طرف قدم بڑھایا اس وقت تک کے اہلِ زبان کا کام زبان سیکھنے کے عمل میں ان کی معاونت کے لیے موزوں نہ تھا۔ اردو زبان کی خوش قسمتی ہے کہ انگریزوں کے ذاتی مفاد کے لیے اٹھائے گئے اقدام نے اس کے فروغ و نشوونما میں خوب حصہ ڈالا۔ آغاز میں ہی لغات اور کتب قواعد کی عدم دستیابی کا حل یہ نکالا کہ قابل انگریز افسران نے اس طرف توجہ دی اور لغات مرتب کرنے پر اپنی قوت اور وقت صرف کیا۔ یوں ان کاوشوں کے نتیجے میں کچھ اساسی نوعیت کی مختصر لغات، کچھ مقامی زبانوں کے ملے جلے الفاظ کی لغات اور کچھ جدید معیار اور تحقیقی اہمیت کی حامل لغات منظرِ عام پر آئیں۔ یہ سب لغات، قواعد اور زبان کی ابتدائی تعارفی کتب صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ لندن سے بھی شائع ہوئیں۔

> اگر ہم دنیا کی مختلف زبانوں پر نظر ڈالیں، تو ایک انوکھی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ ان زبانوں کی صرف و نحو یا لغات مرتب کرنے کا بیشتر کام کسی دوسری قوم کے ہاتھوں شروع ہو کر پایہ تکمیل کو پہنچا کیوں کہ کسی زبان کی مبادیات یا اساسی ڈھانچے کو جاننے کی ضرورت اس زبان کے بولنے والوں کو نہیں بلکہ غیر اہلِ زبان کو پیش آتی ہے۔[۵]

کچھ ایسا ہی معاملہ اردو زبان کے ساتھ پیش آیا۔ جب انگریز حکومت اور عیسائی مبلغین نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے اردو زبان کو منتخب کیا تو اردو کی لغات اور کتب قواعد سامنے آئی۔

بلاشبہ یورپی اقوام کی زبان شناسی کے پیچھے یورپی اقوام کے استعماری مقاصد موجود تھے اور مستشرقین کی ادبی خدمات ان کی زبان سیکھنے کی ضرورت کا نتیجہ بھی تھی۔ مگر زبان کے حوالے سے اٹھائے جانے والے تمام اقدامات کو سیاسی و تجارتی مفادات سے جوڑنا درست نہ ہو گا۔ ڈاکٹر سلیم اختر نے "اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ" میں اہلِ فرانس کی اردو شناسی کو ثقافتی اور علمی مقاصد کے حصول کا نتیجہ قرار دیا ہے۔[۶] راقم الحروف کی رائے میں صرف فرانسیسی مستشرقین کے پیش نظر علمی مقاصد نہ تھے بلکہ برطانوی مستشرقین کے کام بھی علمی مقاصد کا پتہ دیتے ہیں۔ فرہنگِ ہوبسن جوبسن دو برطانوی مستشرقین کی ایک ایسی ہی کاوش ہے۔ یہ ایک ایسی فرہنگ ہے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

جو مصنفین کی تحقیق میں صرف کی گئی محنت اور موضوع سے ان کی علمی وابستگی پر دلالت کرتی ہے۔ علم الاشتقاق کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے فرہنگ میں جس انداز سے لسانی مباحث کو آگے بڑھا گیا ہے وہ اہل یورپ کی تحقیقی صلاحیت اور علم دوستی کا غماز ہے۔ اگر صرف زبان سکھانا مقصود ہوتا تو اس قدر تفصیل کی ہر گز ضرورت نہ تھی۔

فرہنگِ ہوبسن جوبسن پہلی مرتبہ انیسویں صدی میں 'Hobson Jobson: A Glossary of Anglo Indian words and phrases of kindred terms, Etymological, Historical, Geographical and discursive" کے عنوان سے لندن سے ۱۸۸۶ء میں شائع ہوئی۔ یہ فرہنگ سر ہنری یول (Henry Yule)[۷] اور ارتھر کوک برنل (Arthur CokeBurnell)[۸] کی تقریباً ۱۴ برس کی محنت کا ثمر ہے۔ ان دونوں مصنفین کی ملاقات انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہوئی۔ جہاں اس موضوع میں مشترکہ دلچسپی کے ذکر کے نتیجے میں اس فرہنگ کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد یول اور برنل کی کبھی ملاقات نہ ہوئی مگر دونوں کے مابین خط کتابت ہی کے ذریعے اس فرہنگ نے جنم لیا تھا۔ فرہنگ کی تیاری میں مواد کی فراہمی کا کلیدی کام برنل صاحب نے کیا جب کہ فرہنگ کا بنیادی متن ہنری یول کا تحریر کردہ ہے۔ گو کہ برنل صاحب کا انتقال کتاب کی اشاعت سے ۴ سال قبل ہو گیا تھا مگر یول صاحب نے دیباچے میں ان کی خدمات کا اعتراف کھلے دل سے کیا ہے۔[۹] یول صاحب نے فرہنگ کے مشکل کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر شائع کیا۔ اندراجات کے استعمال کے ذیل میں دیے گئے اقتباسات میں سے زیادہ تر برنل صاحب ہی کی کاوش ہے۔ یول صاحب نے نشان دہی کی ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لیے برنل صاحب نے کتب خانوں میں مواد کی تلاش کے ساتھ مہنگی کتابیں خریدنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

۱۹۰۳ء میں ولیم کروک (William Crook)[۱۰] نے فرہنگِ ہوبسن جوبسن کو تدوین کر کے شائع کیا۔[۱۱] انھوں نے یول صاحب کے بنیادی متن میں کچھ اضافے بھی کیے۔ کروک نے اپنی اور یول صاحب کی تحریر میں امتیاز برقرار رکھنے کی لیے خطوط[ ] کا استعمال کیا ہے۔ اس ایڈیشن کے بعد فرہنگ کے جتنے بھی ایڈیشن شائع ہوئے وہ اسی ایڈیشن کی عکسی طباعتیں تھیں۔ یہاں تک کہ ۲۰۱۳ء میں کیٹ ٹیلچر (KateTeltscher)[۱۲] اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس سے فرہنگ کا نیا ایڈیشن شائع کیا[۱۳]۔ یہ ایک مختصر ایڈیشن ہے جس میں مدون نے فرہنگ کے اندراجات کا انتخاب کر کے تعارف اور حواشی کے ساتھ شائع کیا ہے۔

اردو میں سب سے پہلے سنہ ۱۹۶۸ء میں آغا افتخار حسین نے اس فرہنگ پر ایک مبسوط مقالہ لکھ کر اسے اردو داں طبقے سے متعارف کروایا۔ یہ مقالہ ان کی کتاب یورپ میں اردو میں شامل تھا۔[۱۴] بعد ازاں دیگر محققین جن

میں ڈاکٹر رضیہ نور محمد(۱۵)، عطش درانی(۱۶) اور صفدر رشید(۱۷) شامل ہیں نے اسی مقالے کو بنیاد بناتے ہوئے اپنی کتب میں فرہنگِ ہوبسن جوبسن کا تذکرہ کیا ہے۔

یہ اینگلو انڈین الفاظ اور محاوروں پر مشتمل ایسی فرہنگ ہے جس میں الفاظ کے معانی، تاریخ اور علم الاشتقاق کے تحت زبان کے استعمال کی مثالیں دی گئی ہیں۔ فرہنگ میں برطانوی عہد میں مستعمل اینگلو انڈین الفاظ و محاورات شامل ہیں۔ یہ الفاظ انگریزی زبان میں ہندوستانی مقامی زبانوں کے توسط سے داخل ہوئے۔ یوں یہ فرہنگ الفاظ کی تاریخ کے توسط سے ایشیاء اور یورپ کے مابین تعلقات کا سراغ لگاتی ہے۔

> ہوبسن جوبسن اشتقاق کے نقطہ نظر سے غالباً اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے۔ شاید یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ الفاظ کے ماخذ اور معانی کے ارتقاء کے حوالے سے جس انداز سے اس کتاب میں مواد جمع کیا گیا ہے اس کی مثال اردو زبان میں مشکل ہی سے ملے گی۔ اس فرہنگ میں اردو (یاہندی) کے وہ الفاظ شامل ہیں جو انگریزوں اور دوسری مغربی قوموں کے ہندوستان کے ساتھ تجارتی اور سیاسی روابط کی وجہ سے بعض مغربی زبانوں میں داخل ہو گئے ہیں یا مغربی زبانوں سے اردو (یاہندی) زبانوں میں آ گئے۔ ۸۷۰ صفحات کی اس فرہنگ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے نہ صرف ان الفاظ کے اشتقاق پر اظہار رائے کیا ہے بلکہ مجموعی طور پر مغربی اور مشرقی زبانوں کی تحریروں کے حوالے بھی دیے ہیں۔(۱۸)

ہندوستان کی زبانوں کے اشتقاق پر اس قدر مفصل بحث کسی اور کتاب میں نہیں ملتی۔ ماخذ یا اصل مادے کی نشاندہی کی کوشش تو بہت سی لغات کرتی ہیں مگر جس انداز سے اس فرہنگ میں اس موضوع کو نبھایا گیا وہ اردو میں کہیں اور نظر نہیں آتا۔ فرہنگ میں زیرِ بحث لفظ کے تمام مستعمل تلفظ دیے گئے ہیں نیز مختلف تلفظوں کے مابین فرق کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ فرہنگ کے اندراجات صرف اشیاء کے ناموں تک محدود نہیں ہے بلکہ پرندوں، جانوروں، قبائلوں، علاقوں، شہروں، پہاڑوں، بادشاہوں کے اعزازی خطابوں، فوجی، قانونی، مالیاتی و سمندری اصطلاحات کو بھی اندراجات میں شامل کیا گیا ہے۔ اس وسعت کی وجہ سے فرہنگ کی معنویت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ خشک لسانی معلومات سے ایک دلچسپ اور تاریخی کتاب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

الفاظ کے معانی و مفہوم سے آگے اس کے اشتقاق پر بحث فرہنگ کی نمایاں خاصیت ہے۔ اشتقاق کے حوالے سے مختلف ماہرینِ لسانیات کی رائے دینے کے بعد مصنف نے ماہرین کے تصورات کی مخالفت یا حق میں

دلائل دیتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور پھر اپنے پیش کردہ اشتقاق کی تائید میں اقتباسات نقل کیے ہیں۔ یوں لفظ کے سفر کے ساتھ معانی کی تبدیلی اور لہجوں کے فرق کو باخوبی واضح کیا ہے۔ اسے لفظوں کی ارتقائی تاریخ کی فرہنگ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ محمد سلیم الرحمن اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ

> ترقی یافتہ زبانوں میں اشتقاقیات پر خاصا کام ہوا ہے۔ اردو میں زبان کے اس پہلو پر بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ لغات میں عام طور پر لفظوں کے بارے میں صرف اتنا لکھ دیا جاتا ہے کہ ہندی، فارسی، عربی، ترکی، انگریزی وغیرہ سے اردو میں آئے ہیں۔ ان کا شجرہ نسب مرتب کرنے پر کوئی لغت نگار توجہ نہیں دیتا۔ (۱۹)

بلاشبہ ہنری یول نے اس فرہنگ میں الفاظ کا شجرہ نسب ہی مرتب کیا ہے۔ راقم الحروف نے الفاظ کے اشتقاق پر اردو میں خالد احمد کی کتاب "لفظوں کی کہانی لفظوں کی زبانی" دیکھی ہے۔ (۲۰) اس کتاب میں ایک لفظ کی کھوج میں مختلف زبانوں کے ملتے جلتے الفاظ پیش کیے گئے ہیں مگر اسے باقاعدہ طور پر کتاب کی شکل میں تحریر نہیں کیا گیا تھا اس لیے اندراجات کی تعداد اور ترتیب فرہنگ کے مطابق نہیں ہے۔ یہ خالد احمد کے انگریزی اخبارات میں چھپنے والے کالم ہیں جنھیں شیر از راج نے اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا ہے۔ کالموں میں لفظ کے معنی سے تو بحث کی ہے مگر استعمال کی مثالیں درج نہیں ہیں۔ بلاشبہ اردو میں موضوع اور تحقیق کے اعتبار سے ہوبسن جوبسن کی حیثیت منفرد ہے۔

ہنری یول نے اس کتاب میں مشرقی زبانوں کے یورپی زبانوں میں دخیل الفاظ کے ارتقاء کو قلم بند کیا ہے۔ فرہنگ کے زیادہ تر اندراجات اردو زبان کا حصہ ہے۔ دراصل فرہنگ کے مندرجات وہ روزمرہ اور محاورات ہیں جو اقوام کے ارتباط کے نتیجے میں ہندوستانی اور مشرق بعید کی زبانوں سے انگریزی زبان میں داخل ہو گئے یا مشرقی و مغربی زبانوں سے ہندوستانی زبانوں میں داخل ہو گئے۔ زبان کے اس طویل سفر کی کہانی لکھنے کے لیے مصنفین نے انگریزی، فارسی، عربی، سنسکرت، فرانسیسی، جرمن، پرتگالی، ولندیزی اور متعدد دیگر زبانوں کی کتابوں اور رسائل سے استفادہ کیا ہے۔

فرہنگ کو ایک مخصوص عہد کی لسانی دستاویز خیال کیا جاتا ہے۔ مگر مذکورہ فرہنگ کے تفصیلی بیانات لسانی اہمیت کے ساتھ ساتھ ثقافتی و سیاسی اہمیت کے حامل بھی ہے۔ اینگلو انڈین الفاظ کی یہ فرہنگ برطانوی ہند کی سیاست اور معیشت کا خاکہ بھی پیش کرتی ہے۔ یورپی اقوام نے ہندوستان سے جو تجارتی فوائد حاصل کئے ان پر بھی گواہی

دیتی ہے۔ فرہنگ میں ساحلوں، بندر گاہوں اور تجارتی راستوں کے حوالے سے کئی اندراج شامل ہے۔ تقریباً ان سب بندر گاہوں کا ذکر ہوا ہے جن کے راستے یورپی اقوام نے ہندوستان سے تجارت کی۔ مخصوص ساحلوں اور راستوں کے ضمن میں تجارتی اشیا اور ان کی قیمتوں کے متعلق بھی بنیادی معلومات دے دی گئی ہے مثلاً میر وبلن، سلک، مدراس کے رومال، ہندوستانی کڑھائی والے کپڑے ہندوستان کی اہم بر آمدات کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ ایسے بہت سے اندر اجات کے ذیل میں دی گئی تفصیل ہندوستان کی تجارتی اہمیت کا پتہ بھی دیتی ہے۔ یورپ کی ہندوستان میں بڑھتی ہوئی تجارتی دلچسپی، ہندوستان کی مخصوص بر آمدات اور یورپی بازاروں میں ان کی مانگ میں اضافہ اور ہندوستان کی سر زمین پر بیرون ملک سے آنے والے انگریزوں کی آمد کا سلسلہ ان کے زبان سیکھنے کے تجارتی و معاشی مفاد کا آئینہ دار ہے۔ بین السطور یورپی اقوام کی ہندوستان میں دلچسپی کے اسباب اور ان کی حکمت عملیوں کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔ فرہنگ انیسویں صدی کے ہندوستان کی زبانوں کے ساتھ اس کے ثقافتی و سماجی منظر نامے کی عکاس بھی ہے۔

فرہنگِ ہو بسن جو بسن میں متنوع موضوعات پر معلومات مل جاتی ہے۔ ہندوستان اور یہاں بسنے والے قدیم تہذیبوں کے نقوش بھی قاری کے ذہن میں واضح ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً اوزان کے متعلق بات کرتے ہوئے ہنری یول کسی ایک سکے یا وزن کے باٹ کی قدر مقرر کرتے ہوئے دیگر کئی قدیم و جدید سکوں اور اوزان کا ذکر کر دیتے ہیں۔ عام قاری کی معلومات میں تو اضافہ ہوتا ہی ہے۔ فرہنگ سے حاصل ہونے والی معلومات، اعداد و شمار تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ تہذیب و تمدن، اشخاص، مقامات، مذاہب اور افکار انسانی کا احاطہ بھی کرتی ہے۔ خصوصاً انیسویں صدی کے منظر نامے کی عکاس ہے۔ یورپیوں کے ہندوستان میں قائم ہونے والے اقتدار اور ہندوستانی تہذیب میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کی داستان بھی سناتی ہے۔ مثلاً فرہنگ میں شامل اندراج مالا بار رائٹس (Malabar Rites) ہندوستان میں آنے والے عیسائی مبلغین کے افکار و خیالات کی تصویر پیش کرتا ہے کہ کیسے مسیحی کلیسا نے ہندوستان میں اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے عیسائیت کو آسان اور پر کشش بنا کر پیش کیا۔ نیز بعد ازاں عیسائیت کی اصل روح کو محفوظ رکھنے کے لیے مختلف عیسائی مبلغین نے اصلاحات کا نفاذ کیا۔ اسی اندراج کے ذیل میں دی گئی تفصیل سے انگریزوں کے ہندوستانی زبانیں سیکھنے کے مذہبی محرک کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔

فرہنگ میں شامل معلومات میں ایک بڑا حصہ تاریخی معلومات کا بھی ہے۔ مغل بادشاہوں، مر ہٹوں، تاریخی شخصیات، تاریخی کتب، واقعات اور جنگوں کا تذکرہ بھی کہیں فرہنگ کے مندرجات کی شکل میں ہوا

ہے تو کہیں مندرجات کے ضمن میں لکھی گئی تفصیل نے ان موضوعات کا احاطہ بھی کر لیا ہے۔اسے ایک طویل عہد کی تہذیب و تاریخ کا مرقع کہا جا سکتا ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ مصنفین لفظ کے اشتقاق پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے عہد بہ عہد سیاسی، سماجی، تاریخی، ثقافتی اور کسی حد تک جغرافیائی پہلوؤں کو بھی سامنے لاتے ہیں۔یوں خشک لسانی مباحث دلچسپ مطالعے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

فرہنگ کے اندراجات کا ایک متمیز وصف تشریح نگاری ہے۔ہر اندراج کی قواعد کی روح سے نشاندہی کی گئی ہے۔اردو زبان کی عمومی لغات کی طرح لفظ کے مترادفات لکھ دینے پر اکتفا نہیں کیا گیا۔پوری تحقیق سے لفظ کے ماخذ کے متعلق مختلف ماہرین کی آراء پیش کی گئی ہے۔لفظ کی موجودہ مستعمل صورت کے ساتھ قدیم استعمالات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔پیش کیے گئے ماخذات پر دلائل کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔مگر بعض اندراجات تشریح طلب رہ جاتے ہیں۔ہنری یول نے کچھ اندراجات پر تفصیلی بحث کی ہے مگر بعض جگہ غیر ضروری اختصار سے کام لیا ہے۔ایسے اندراجات کی تفہیم میں تشنگی باقی رہ جاتی ہے۔بعض اندراجات کی تفصیل میں معلومات کی کثرت نظر آتی ہے۔غیر مربوط معلومات کی کثرت کے باعث یہ احساس غالب ہونے لگتا ہے کہ مصنف نے تمام دستیاب معلومات کو متن کا حصہ بنا دیا ہے۔ایسے میں مختلف اور متنازعہ افکار بھی تحریر کا حصہ بنا دیے گئے ہیں۔بعض انتہائی مفصل اندراجات میں غیر ضروری حد تک طویل آراء تو نقل کر دی گئی ہے مگر ان آراء میں سے حتمی طور پر کسی ایک خیال کی حمایت نہیں کی۔اسی طرح کچھ مقامات پر بے ربط نکات اور دلائل بھی نظر آتے ہیں۔کچھ تفصیلی مباحث میں غیر متعلقہ مواد بھی نظر آتا ہے۔جس کا اصل متن سے کسی طور پر کوئی ربط نہیں بن پاتا۔فرہنگِ ہوبسن جوبسن میں موجود ادھورے جملے، سوالیہ جملے اصل مادے کی تلاش میں سرگرداں مصنف کی ذہنی کشمکش کو ظاہر کرتے نظر آتے ہیں۔اندراجات کی تصدیق یا تردید کے لیے نقل کیے گئے ماہرین اور ان کی آراء قابلِ تعریف ہے۔

فرہنگ میں الفاظ کی مختلف زبانوں میں منتقلی یا ایک ہی زبان میں تبدیلی معنی کے سفر کو احسن انداز میں تحریر کیا ہے۔ہنری یول نے پوری کوشش کی ہے کہ مندرجہ لفظ کی جن بھی زبانوں میں مماثل شکلیں دستیاب ہو انھیں متن کا حصہ بنایا جائے۔فرہنگ میں علاقوں کے فرق اور زمانے کے فرق سے آنے والی تبدیلیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔تلفظ اور معانی میں آنے والی تبدیلیوں کی الگ الگ وضاحت کی گئی ہے۔بعض اوقات کوئی لفظ ایک ہی معنی اور تلفظ کے ساتھ باقی زبانوں اور آنے والے زمانوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔دوسری جانب کچھ الفاظ تلفظ اور شکل کی تبدیلی کے بغیر مگر تبدیل شدہ معنی میں مختلف زبانوں یا علاقوں میں مستعمل ہو جاتے ہیں۔یوں بعض الفاظ ایک ہی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

معنی کے ساتھ منتقل ہو جاتے ہیں۔ یوں بعض اوقات ایک ہی معنی کے ساتھ منتقل ہونے والے الفاظ کے تلفظ میں جزوی تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں۔ فرہنگ ہوبسن جوبسن الفاظ کا اسی نوعیت کا لسانی جائزہ پیش کرتی ہے۔

عموماً گلکرسٹ کی لغت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ عوام کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے ناشائستہ الفاظ استعمال کیے ہیں اور انگریزوں کو عوام سے رابطے کے لیے تحقیر آمیز لہجے کی ہدیات کی ہے۔ دیکھا جائے تو یہ سوچ مجموعی طور پر سب نوآبادکاروں کی ہوتی ہے۔ نوآبادیاتی تھیوری بھی نوآبادکار کی اسی سوچ و فکر کی نشاندہی کرتی ہے۔ نوآبادکار اپنی برتری کو ثابت کرنے کے لیے نوآبادیاتی باشندوں کو ان کی کم علمی اور بدتہذیبی کا احساس دلاتا ہے۔ خود کو مہذب اور ترقی یافتہ قوم کا نمائندہ ثابت کرتا ہے۔ یوں نوآبادیاتی باشندہ طبعی کے ساتھ ذہنی غلامی کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ اس فرہنگ کے کچھ اندراجات کے بیان میں بھی ہنری یول کے لہجے میں نسلی تفاخر کی جھلک نظر آتی ہے۔ گو کہ مصنف یہاں گلکرسٹ کی طرح براہِ راست ہندوستانیوں کی عزتِ نفس پر حملہ آور نہیں ہوتے مگر بین السطور احساس تفاخر نمایاں نظر آتا ہے۔ مثلاً لفظ پرایا (Pariah) جنوبی ہندوستان کی نچلی ذات کا نام ہے۔ مصنف نے پرایا ڈاگ (Pariah Dog) کی اصطلاح بھی پیش کی ہے۔ یورپی نچلے درجے کے کتوں کو حقارت سے یہ نام دیتے تھے۔ ذات کے لیے مختص نام کو کتوں کو دیے جانے سے انگریز نوآبادکاروں کی متعصب سوچ کا اندازہ ہوتا ہے۔ دوسری جانب عہد برطانیہ میں اعزازی لفظ نجیب (Nujeeb) حکومتِ برطانیہ کی وفادار فوج کو دیا جاتا تھا جو رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کرتی تھی۔ انگریزوں کے اس رویے کا مطالعہ فرہنگ کے مختلف مندرجات میں کیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً جہاں ہنری یول نے ہندوستان میں تعینات برطانوی افسران کو نقل کیا وہاں عوام سے ان کا اندازِ خطاب، ان کی مخصوص سوچ کا غماز دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً اسے نان ریگولیشن اور پِگ سٹیکنگ کے ذیل میں دیکھا جا سکتا ہے۔

فرہنگِ ہوبسن جوبسن کو انیسویں صدی میں لکھی جانے والی مستشرقین کی لغات میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ فرہنگ کا مضبوط لسانی و تحقیقی پہلو اس کی اہمیت کا باعث ہے مگر تاریخی اور سماجی معلومات نے ان لسانی مباحث میں جان ڈال دی ہے۔ اس کا امتیازی وصف علم اشتقاق کا حامل ہونا ہے۔ جتنی تفصیل اور دلیل سے ماخذات پر اس فرہنگ میں بحث ملتی ہے اتنی کسی اور مستشرق کے ہاں نہیں ملتی اور نہ ہی بعد میں اردو میں اس نوعیت کی کوئی کتاب لکھی گئی ہے۔ ہنری یول کا اندازِ تحریر اور اینگلو انڈین الفاظ و محاورات کے بیان کا طریقہ اس کی اہمیت میں مزید اضافے کا باعث بنتا ہے۔ ہنری یول ہر اندراج کو ایک تحقیقی مضمون تصور کرتے ہوئے اسناد کے حوالوں کو بھی اہمیت

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

دیتے ہیں اور ماہرین کی رائے بھی نقل کرتے ہیں۔ یہ پہلو فرہنگ کو معتبر بناتا ہے اور انداز تحریر اسے دلچسپ بناتا ہے۔

حوالہ جات

ا۔ سوشیل چوہدری، Trade, Politics and Society: The London Milieu in the early modern era, تلمیح، لندن، ۲۰۱۷ء ص ۱۷، http://books.com.pk

۲۔ مورخین میں مغل بادشاہ جہانگیر سے تجارتی اجازت نامہ حاصل کرنے والے شخص کے نام کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض مورخین جان ہاکنز (John Hawkinds) کا نام لکھتے ہیں۔ جان ہاکنز جہانگیر کے دربار میں آنے والا انگریز تاجر تھا۔ اپنی دلچسپ شخصیت کے باعث ہاکنز نے جلد ہی مغل بادشاہ سے دوستانہ مراسم قائم کر لیے تھے۔ مختلف مواقع پر ہاکنز نے جہانگیر سے برطانیہ کے لیے تجارتی اجازت نامہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ کچھ مورخین کے مطابق بے حد اصرار پر جہانگیر نے اجازت دے دی تھی مگر زیادہ کتب میں ٹامس رائے کا نام ہی ملتا ہے۔
فلپ۔ای۔جانز، (Phillip-E-Jones)، Mariners, Merchants and the Military too: A History of the British Empire، http://books.com.pk

۳۔ کالی کنکر دتہ و دیگر، An Advanced History of India، فیس بکس، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۵۲۔۵۷۔

۴۔ رؤف پاریکھ، "اردو کی ابتدائی لغات اور نصاب نامے"، معیار، شمارہ ۲، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۹، ص ۶۹

۵۔ محمد اکرام چغتائی، "تعارف"، Fallon's English Urdu Dictionary، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۱۸

۶۔ سلیم اختر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ آغاز سے ۲۰۰۰ء تک، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۲۵۶

۷۔ ہنری یول کے والد میجر ولیم یول (۱۷۶۲ء۔۱۸۳۹ء) بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے۔ ہنری یول نے اپنی ابتدائی تعلیم ایڈنبرا کے ہائی سکول اور اعلیٰ تعلیم کیمبرج سے حاصل کی۔ ۱۸۳۸ء میں بحیثیت لیفٹیننٹ

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

کمیشن حاصل کیا اور بنگال انجینئر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ہندوستان میں قیام کے دوران مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۸۶۲ء میں ریٹائر ہوئے۔ ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۹ء تک "ہندوستانی کونسل" کے رکن رہے۔ ۱۸۸۵ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے صدر بھی رہے۔ ۱۸۸۹ء میں ہنری یول کو اس کی خدمات کے اعتراف میں حکومت برطانیہ نے "سر" کے خطاب" اور "ستارہ ہند" کے اعزاز سے نوازا۔ یول صاحب نے کتابیں بھی لکھی اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور مختلف علمی جرائد میں جغرافیہ اور سوانح کے موضوعات پر تحقیقی مضامین بھی لکھے۔

جان۔ ایف۔ ریڈک (John.F.Riddick)، Who was who in British India، گرین وڈ پریس، لندن، ۱۹۹۸ء، ص ۴۰۳

۸۔ ارتھر کوک برنل کے والد ارتھر برنل بھی ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازم تھے۔ برنل صاحب نے بڈفورڈ (Bedford) اور کنگ کالج سے تعلیم حاصل کی۔ مقابلے کا امتحان پاس کر کے ۱۸۶۰ء میں مدراس آگئے۔ ۱۸۷۰ء کے بعد انھیں ضلعی منصف کا عہدہ مل گیا۔ ضلعی منصف کی حیثیت سے مختلف ضلعوں میں اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ سب سے زیادہ عرصہ تجور کے ضلع میں گزارا۔ خرابی صحت کے باعث ۱۸۸۰ء میں ریٹائرمنٹ لے لی۔

سی۔ ای۔ بیک لینڈ (C.E.Buckland)، Dictionary of Indian Biography، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۱۰۳

۹۔ ہنری یول (Henry Yule)، "Preface"، Hobson Jobson: A Glossary of Colloquial Anglo Indian words and phrases of kindered terms, Etymological, Historical, Geographical and Discursive، رتلیج، لندن، ۱۹۸۶ء، ص ۷

۱۰۔ ولیم کروک نے ٹپرارے (Tipperary) کے گرائمر سکول سے اور ڈبلن (Dublin) کے ٹرنٹی کالج سے تعلیم حاصل کی۔ سول سروس کا امتحان پاس کر کے ۱۸۷۱ء میں ہندوستان آئے۔ شمالی مغربی صوبے اور اودھ میں مجسٹریٹ اور کلکٹر کے عہدے پر فائض رہے۔ ولیم کرک نے ہوبسن جوبسن کی تدوین کی اور اس کا اضافہ شدہ ایڈیشن ۱۹۰۳ء میں لندن سے شائع ہوا۔

سی۔ای۔بک لینڈ (C.E.Buckland)، Dictionary of Indian Biography سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۸۵ء، ص ۷۱

۱۱۔ ہنری یول،اے۔سی۔برنل، Hobson Jobson: A Glossary of Anglo Indian words or phrases and Kindred Terms Etymological, Historical, Geographical and Discursive۔،جان مرے،لندن،۱۹۰۳ء، ص ۹۷

۱۲۔ کیٹ ٹیلچر (Kate Teltscher)روہیمپٹن یونی ورسٹی لندن میں تحقیقی مرکز برائے ادب و ثقافت کی شریک ڈائریکٹر ہیں۔یونی ورسٹی میں تدریس سے بھی وابستہ ہے۔کیٹ برطانیہ اور ایشیا کے مابین ثقافتی اور سائنسی روابط کی تاریخ جیسے موضوع پر تحقیق کر چکی ہیں۔

https://www.researchgate.net/profile/Kate_Teltscher, Date:5 september,2019.

۱۳۔ ہنری یول،اے۔سی۔برنل۔کیٹ ٹیلٹسچر(مرتب)، Hobson-Jobson:TheDefenative Glossary of British India، آکسفرڈیونی ورسٹی پریس،لندن،۲۰۰۳ء

۱۴۔ آغا افتخار حسین،یورپ میں اردو،مرکزی اردو بورڈ،لاہور،۱۹۶۸ء، ص ۴۷

۱۵۔ رضیہ نور محمد، اردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ از ۱۴۹۸ء تا ۱۹۴۷ء،لائن آرٹ پرنٹرز/ مکتبہ خیابان اردو،لاہور،۱۹۸۵ء، ص ۱۳۲۔۱۳۴

۱۶۔ عطش درانی،اردوزبان اور یورپی اہلِ قلم،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۰

۱۷۔ صفدر رشید،مغرب کے اردو لغت نگار، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۱۵ء، ص ۶۷

۱۸۔ یورپ میں اردو، ص ۵۰

۱۹۔ سلیم الرحمن،"مقدمہ"، لفظوں کی کہانی لفظوں کی زبانی، مشعل بکس،لاہور،۲۰۱۰ء، ص ۱۰

۲۰۔ خالد احمد، لفظوں کی کہانی لفظوں کی زبانی،ترجمہ شیر از راج، مشعل بکس،لاہور، ۲۰۱۰ء